حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ترجمہ

تحفۃ الفحول
فی
استغاثۃ بالرسول

از

حضرت محدث اعظم مولانا مولوی محمد ایوب صاحب
حنفی پشاوری (مرحوم)

مترجم

(فقیر) محمد بشارت قاضی گیلانی
ناشر ادارہ اشاعت و تبلیغ اسلام
محلہ قاضی گیلاں بازار کلاں پشاور شہر

مُعَنون

اس کوشش کو اپنے استاذِ محترم، عالمِ اجل، فاضلِ اکمل، شیخ التفسیر والحدیث، خطیبِ اسلام، حاملِ علومِ تصوف حضرت مولنا مولوی الحاج حافظ گل فقیر احمد صاحب خلیفۂ مجاز حضرت قبلۂ عالم گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے نامِ نامی واسمِ گرامی سے معنون کرتا ہوں

گر قبول افتد زہے عزوشرف

سگِ درگاہ عالیہ قادریہ سید حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(فقیر) سید محمد امیر قادری

یکہ توت۔ پشاور

۱۵ شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ

پیش لفظ

قرآن حکیم کی متعدد آیاتِ کریمہ اور نبیِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
سُنت احادیثِ مبارکہ سے انبیاءِ کرام علیہم الصّلوٰۃ والسلام کی حیات
بعد الممات کا ثبوت ملتا ہے۔ پیارے محبوب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم، سیّد المرسلین
عالم علوم اوّلین وآخرین، شفیع المذنبین، رحمۃ اللعالمین، احمد مجتبیٰ حضرت
محمّد المصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کی حیات بعد از وصال ایک ایسا مسئلہ
ہے جس پر صحابۂ کرام، اہلبیتِ عظام، تابعین، تبع تابعین، آئمہ کرام اور
ہر دور کے علمائے راسخین متحد ومتفق ہیں۔ گذشتہ چودہ سو سال
میں امّتِ محمّدیہ کی بے شمار برگزیدہ ہستیاں خواب اور عالم بیداری
میں آقائے نامدار صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رُخِ انور کی زیارت
سے مشرف ہو چکی ہیں۔ اور آپ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی یہ عنایت
اپنے غلاموں پہ تاحال جاری ہے۔ اور تا ابد جاری وساری رہیگا۔

اس موضوع پہ سرحد کے جلیل القدر عالم دین، محدّث اعظم،
فقیہ افخم حضرت مولانا مولوی محمد ایوب صاحب پشاوری رحمۃ اللہ
علیہ (۱۲۵۰ھ — ۱۳۳۵ھ) نے ایک مستند کتاب "تحفۃ الفحول
فی استغاثۃ بالرسول" کے نام سے ۱۳۲۸ھ ہجری میں تالیف
فرمائی جس میں قرآن مجید، احادیث مبارکہ، آثار صحابہ وتابعین اور علمائے
مسترشدین کے اقوال کی روشنی میں مسئلہ مذکورہ کی وضاحت فرمائی۔
لیکن یہ کتاب عربی میں ہونے کی وجہ سے عوام الناس کے استفادے سے

باہر تھی۔ اور حالات کا تقاضا تھا کہ اسے عوام کے مطالعے میں لا کر اُن شکوک و شبہات کو دُور کیا جائے جو کہ دشمنانِ اسلام حیات النبی صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بارے میں پیدا کر کے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

چنانچہ عصرِ حاضر کی نابغۂ روزگار شخصیّت، بقیۃ السلف، حجۃ الخلف معروف رُوحانی پیشوا، جیّد عالمِ دین، مایۂ ناز محقق، بلندپایہ مؤرخ، انسانِ کامل سیّدنا، استاذنا و مرشدنا الحاج سیّد محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی سجادہ نشین ابوالبرکات حضرت سیّد حسن صاحب قادری گیلانی نے مذکورہ بالا کتاب کو "حیاتُ النّبی" کے عنوان سے ۱۳۵۲ھ ہجری میں اردو کے قالب میں ڈھالا اور اسی سال اسے شائع بھی فرمایا۔ یاد رہے کہ مولانا مرحوم مولوی محمّد ایوب صاحب، قبلہ شاہ صاحب مدظلہٗ العالی کے دو واسطوں سے استاد بھی ہیں۔ اس طرح آپ نے تقریبًا چھیاسٹھ برس بعد اپنے اُستادِ بزرگ کا فیضِ عام فرمایا۔

چونکہ یہ کتاب کافی عرصہ سے نایاب تھی۔ جبکہ اس کی ضرورت اور ضرورت اور مانگ میں بڑی شدت پیدا ہو چکی تھی۔ اس لئے ادارۂ اشاعت و تبلیغ اسلام کے ناظمِ اعلیٰ جناب الحاج تنویر احمد صاحب قادری نے اسے تقریبًا ۳۲ برس کے بعد دوبارہ شائع کرنے کا اہتمام کیا۔ برادرم تنویر احمد صاحب قادری اسلام کا بڑا درد رکھتے ہیں اور مسلکِ حق اہلِ سنت و جماعت

ے فروغ کے لئے ہمہ تن مصروف رہتے ہیں. اس مقصد کیلئے
شاعت وتبلیغ اسلام کے نام سے ایک ادارہ چلا رہے ہیں.
دارے کی اپنی ایک لائبریری بھی قائم کر رکھی ہے جس میں
بیش قیمت ذخیرۂ کتب جمع کیا گیا ہے۔

ادارۂ ھٰذا کی طرف سے مختلف اسلامی موضوعات پر
لٹریچر مفت تقسیم کرتے رہتے ہیں. اب تک چوالیس (۴۴)
مطبوعات عوام کو مہیا کی جا چکی ہیں. اور یہ زیر نظر کتاب ادارے
کی پینتالیس ویں، اشاعت ہے جو کہ عید میلاد النبی صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے مبارک موقع پر غلامان و محبانِ مصطفےٰ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کی جا رہی ہے۔
اللہ تبارک وتعالیٰ ادارہ اشاعت وتبلیغ الاسلام کی
یہ عقیدت بھری کاوش اپنی بارگاہ عالیہ میں قبول فرمائے. محترم
و مکرم جناب تنویر احمد صاحب قادری اور ادارے کے دیگر
اراکین ومعاونین کے لئے اسے دنیوی کامیابی اور اُخروی
فلاح ونجات کا ذریعہ بنائے. اور انھیں توفیق عطا فرمائے کہ
وہ اسی جذبہ، لگن اور سرشاری سے دینِ اسلام کی تبلیغ واشاعت
کا کام جاری رکھیں. آمین ثم آمین وبجاہ سید المرسلین

سید محمد انور شاہ قادری
۳ (تین) ربیع الاول شریف ۱۴۱۴ھ
بروز اتوار بوقت ساڑھے چھ بجے عصر

تعارف

اگرچہ صوبہ سرحد کی تاریخ کے اوراق ان علمائے کرام اور مشائخ عظام کی مبارک زندگیوں سے یکسر خالی پڑے ہوئے ہیں۔ جنہوں نے اپنی انتہائی کوششوں اور کاوشوں سے اس شجرۂ طیبہ (دین اسلام) کی قرآن و حدیث کی اشاعت کر کے آبیاری کی۔ اپنی زندگی کے آرام و آسائش کو اسی درخت مبارکہ کی پرورش کرنے پر نچھاور کیا۔ اپنی جانوں کو جوکھوں میں ڈالکر اس کی حفاظت کی۔ ہر کفر و شرک، بدعات سیئہ، اور رسم و رواج سے تحریر، تقریر اور عملی طور پر "امر بالمعروف" و "نہی عن المنکر" کے ذریعہ انتہائی سعی کر کے محفوظ رکھنے کی امکانی کوشش کی، مگر

ان علمائے کرام کے شاگردان رشید اور مشائخ کرام کے خلفائے عظام ایک جیتی جاگتی پاکیزہ زندگی لئے ہوئے صوبہ سرحد کے شہر شہر، گاؤں گاؤں، قریہ قریہ میں موجود ہیں۔ انہی نفوس قدسیہ کی برکت ہے۔ کہ آج جگہ جگہ قرآن وحدیث کے درس جاری ہیں۔ ہدایت و معرفت کی مشعلیں فروزاں ہیں۔ یہ ہمت و استقامت کے پیکر اپنی بے بضاعتی اور کم مائیگی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے قرآن وحدیث کی ترویج واشاعت میں مصروف ہیں۔

جبکہ دہلی میں حضرت علامہ امام شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ موطا امام مالک کی شرح مصفی مسوی فارسی و عربی میں لکھ رہے تھے، عین اسی وقت یعنی ۱۱۳۱ھ میں حضرت شیخ المشائخ محدث جلیل قطب الاقطاب علامۂ اجل سید شاہ[1] محمد غوث صاحب بن ابوالبرکات سید حسن صاحب قادری بخاری شریف کی مفصل شرح فارسی میں تحریر فرما رہے تھے۔ اور حدیث شریف کا درس دے رہے تھے۔ نیز آپ کے بھائی حضرت صدر المدرسین شیخ المحدثین علامہ سید زین العابدین[2] رحمۃ اللہ علیہ ۵۵ برس تک یعنی ۱۱۱۴ھ سے لیکر ۱۱۶۹ھ تک پشاور اور ہزارہ میں صحاح کا درس فرماتے رہے۔

حضرت علامہ شیخ اکمل سید میر علی شاہ صاحب ۱۲۲۷ھ سے لیکر ۱۲۴۸ھ تک کشمیر، پنجاب اور ہزارہ میں درس حدیث دینے کے بعد ۱۲۴۸ھ سے لیکر ۱۲۶۹ھ تک مستقل طور پر پشاور شہر میں حدیث شریف کا درس پڑھاتے رہے۔ آپ کے جلیل القدر فرزند حضرت علامہ سید غلام صاحب

[1] آپ کی وفات ۱۷ ربیع الاول ۱۱۵۲ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار لاہور میں دہلی دروازہ کے باہر مرجع خلائق ہے۔

[2] آپ کی وفات ۱۱۶۹ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار ضلع ہزارہ، حویلیاں سے دو میل ادھر سلطان پور میں مرجع خلائق ہے۔

المعروف "میرجی صاحب" ۱۲۶۹ھ سے لیکر ۱۲۸۳ھ تک قرآن و حدیث کا درس پڑھاتے رہے۔ اس دور میں پشاور شہر علم و عرفان کا مرکز تھا جس طرف بھی نظر اٹھتی ہے تو علم و عرفان کے آفتاب نظر آتے ہیں۔ جو کہ قرآن و حدیث اور فقہ حنفی کو اپنی عالمانہ ضیا باریوں سے منور کر رہے ہیں اور گم گشتہ بادیۂ ضلالت کو اپنی نورانی شعاعوں سے راہِ ہدایت کی طرف رہنمائی کر رہے ہیں۔ عقائد حقہ اہل سنت و جماعت کے یہ وہ مضبوط و مستحکم قلعے تھے کہ جب بھی کبھی عقائد باطلہ کا کفر زا سیلاب اٹھا، تو ان قلعوں سے ٹکرا کر خود بخود پاش پاش ہو گیا۔ پشاور ان علماء ربانین کے وجودوں سے بقعۂ نور بنا ہوا تھا۔

پشاور شہر میں استاذ الاساتذہ، عمدۃ المحدثین، علامۂ دوران واعظ خوش بیان شارح صحیح البخاری حضرت حافظ محمد احسن صاحب المعروف "حافظ دراز صاحب" محدث جلیل عالم اجل فاضل اکمل مولانا مولوی مفتی محمد احسن[1] صاحب ساکن کوٹلہ رشید خان علاقہ گنج پشاور۔ قطب وقت سند المحدثین مولانا مولوی حافظ مفتی محمد عظیم[2] صاحب المعروف "حافظجی صاحب گنج والے" مفسر قرآن شارح حدیث مولانا بالفضل اولنا حضرت حافظ غلام جیلانی[3] صاحب المشہور "میاں صاحب آسیا والے"، حضرت عظیم البرکت مولانا مولوی مفتی برکت اللہ[4] صاحب کریمپورہ پشاور

[1] المتوفی، بروز ہفتہ، ۸ شعبان ۱۲۸۳ھ [2] المتوفی، ۱۲۷۵ھ۔ [3] المتوفی بروز بدھ، ۹ شوال ۱۲۷۸ھ۔ [4] المتوفی، ۱۴ جمادی الاول ۱۲۸۵ھ۔

حضرت عمدۃ المفسرین والمحدثین، فقیہ عصر، خطیب اسلام، شاعر بے بدل، صوفی باصفا، استاذ الاساتذہ میاں نصیر احمد صاحب[۵] المعروف "میاں صاحب فقہ خوانی"۔ حضرت علامہ سید السادات فخر علماء مولانا مولوی سید اکبر شاہ[۶] صاحب ساکن بھانہ ماڑی، پشاور حضرت شیخ المشائخ علامہ وقت قطب ارشاد حضرت سید اکبر شاہ[۷] صاحب المعروف "آغا پیر جان صاحب" یکہ توت پشاور، حضرت علامہ مولانا مولوی مفتی محمد غیور صاحب چاہ کالا پشاور۔ حضرت محدث کبیر، استاذ الاساتذہ فقیہ عصر مولانا مولوی پیر علی شاہ صاحب ڈھکی نعلبندی پشاور، حضرت مولانا مولوی صاحبزادہ شکر الدین صاحب موچی پورہ پشاور، حضرت محدث جلیل مولانا مولوی عبد الرب صاحب ساکن موضع دا ہنگی پشاور صاحبان درس و افتا تھے، یہ تو صرف پشاور کی کیفیت ہے۔ کہ تقریباً ہر علاقہ میں علماء کرام قرآن و حدیث اور دوسرے علوم متداولہ کی ترویج واشاعت میں مصروف نظر آ رہے ہیں۔

معلوم نہیں کہ باقی صوبہ سرحد میں کتنے علماء کرام کس کس مقام پہ یہ خدمت سر انجام دے رہے ہوں گے، تاریخ کا طالب علم اگر صوبہ

[۵] المتوفی، ۸ رجب المرجب، بروز شنبہ ۱۳۰۸ھ۔ [۶] المتوفی، ۱۲ رجب المرجب، بروز دوشنبہ ۱۳۱۲ھ [۷] المتوفی، ۲۷ جمادی الثانی بروز سہ شنبہ ۱۳۱۵ھ

سرحد کے اس تاریخی پہلو پر کچھ بھی محنت کرے۔ تو علماء اور مشائخ کی مکمل تاریخ مرتب ہو سکتی ہے۔ اور یہ قرآن، حدیث اور فقہ کی اس علاقہ میں جو اشاعت ہوئی ہے، اس کی بھی ایک تاریخ بن جائے گی نیز یہ ایک نہایت ہی اہم خدمت ہوگی، یہ انتہائی بدقسمتی اور افسوس کی بات ہے کہ یہاں کے علماء اور مشائخ جنہوں نے اس علاقہ میں مذہبی تعلیمی بیداری کے ساتھ سیاسی بیداری بھی پیدا کی۔ کوئی تاریخی دستاویز نہیں۔ کاش کہ کوئی بالغ نظر عالم صوبہ سرحد کے اس اہم تاریخی پہلو پر توجہ کرے؟۔

سنہ ۱۲۹۰ھ سے لیکر سنہ ۱۳۳۵ھ تک پشاور شہر اور صوبہ سرحد میں محدث جلیل، مفسر عظیم حضرت علامہ مولانا مولوی محمد ایوب صاحب نور اللہ مرقدہ علماء کرام کی صف اول میں نظر آتے ہیں[۱]۔ آپ پشاور شہر سے مشرقی جانب تقریباً ۱۵ میل کے فاصلہ پہ موضع زخی چار باغ علاقہ اکبر پورہ میں حضرت مولانا لطیف اللہ صاحب کے گھر ۱۲۵۰ھ میں تولد ہوئے۔ آپ قبیلہ بے سود سے تعلق رکھتے ہیں۔ چونکہ آپ کے

[۱] چونکہ اس وقت یہ فقیر آپ ہی کے ایک رسالہ "تحفۃ الفحول فی الاستغاثۃ بالرسول" کا ترجمہ عربی سے اردو میں ہدیہ ناظرین کر رہا ہے۔ اسلئے ضروری ہے کہ آپ کی ذات گرامی مرتبت کا تعارف کرایا جائے۔

والد علماء کے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ اور خود بھی عالم تھے۔ لہٰذا آپ کی تعلیم و تربیت پر انہوں نے پوری پوری توجہ دی۔

مولانا محمد ایوب صاحب ابتدائی تعلیم مکمل کرنے کے بعد صوبہ سرحد کے مشاہیر علماء کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور علوم متداولہ کی تکمیل کی۔

جناب حضرت شیخ الکل، علامہ صاحبزادہ صاحب(۱) اتمان زئی (علاقہ چارسدہ) اور حضرت استاذ الکل مولانا مولوی سعید احمد صاحب المشہور "کانور ڈھیری مولانا صاحب" کی خدمت میں حاضر ہو کر علوم متداولہ کی تکمیل کی۔ حضرت علامہ محدث جلیل" مولانا صاحب ڈاگی یار حسین" کی خدمت میں رہ کر حدیث شریف کی تکمیل کی۔

جب آپ نے ان اکابر و اعاظم علماء سے علوم اسلامیہ سے فراغت حاصل کر لی۔ تو حرمین شریفین میں تشریف لے گئے۔ وہاں کے محدثین کرام سے حدیث شریف پڑھ کر سند حدیث حاصل کی۔ اسی لئے آپ کی سند مبارک "سند مکی" کہلاتی ہے۔ جو مسمیٰ ہے ثبت امیری سے، اس سند حدیث کی صرف دو نقلیں ہوئیں جو کہ بطور سند ایک اس فقیر کے استاذ، محدث اعظم، فقیہ بے نظیر، خطیب اسلام

(۱) آپ علم منقول و معقول میں یگانۂ روزگار تھے۔ آپ نے میر زاہد شرح تہذیب میر زاہد امور عامہ پر بہترین حواشی لکھے ہیں۔

حضرت علامہ(۱) حافظ گل فقیر احمد صاحب مدظلہ العالی اور دوسری عموی محترم عالم و فاضل، فخر علماء، سید السادات حضرت آقا سید مقبول شاہ صاحب ساکن چاہ کالا پشاور نور اللہ مرقدہ کو مرحمت فرمائیں۔ آپ چار بار زیارت بیت اللہ شریف سے مشرف ہوئے۔ اور آخری بار دو برس تک کاشانۂ اقدس حضور شفیع المذنبین صاحب لواء حمد، مالک شفاعت کبریٰ احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب درس حدیث شریف پڑھایا۔

حرمین شریفین سے واپس تشریف لا کر پشاور شہر میں منتقل سکونت اختیار کی۔ پشاور کے مشہور تاجر سیٹھی کریم بخش مرحوم نے آپ کو "مدرسہ تعلیم القرآن" محلہ جٹان پشاور میں صدر مدرس بنایا۔

سنہ ۱۲۹۰ھ سے لیکر ۱۳۳۵ھ تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف کی اشاعت و ترویج آپ ہی کی ذات ستودہ صفات کی کوششوں کی رہین منت ہے۔ صوبہ سرحد، افغانستان، بخارا، غزنی، ہرات، قندھار، وزیرستان، سوات، باجوڑ، اور تمام

(۱) حضرت گرامی مرتبت نے بکمال شفقت و مہربانی اس فقیر کو جو کہ اس قابل نہ تھا۔ ۲۷ رجب المرجب ۱۳۸۲ھ بروز منگل اجازت حدیث مرحمت فرمائی۔ اور اپنے برخوردار حافظ عالم و فاضل مولوی بشیر احمد صاحب اور مولانا مولوی حافظ عبدالحمید صاحب کو بھی اجازت مرحمت فرمائی۔

علاقوں سے سینکڑوں طلبا، آپ کے درس میں حاضر ہوئے۔ اور فارغ التحصیل ہو کر لوگوں کی ہدایت کا سبب بنے، آپ ہی کی ذات گرامی تھی جس کی سعی سے ان علاقوں میں حدیث مبارک کی ایمان افروز مشعلیں روشن ہوئیں، اور علم و حکمت کے دریا بہے، تشنگان علوم اسلامیہ سیراب ہوئے۔ آپ کے شاگردوں میں جلیل القدر علماء محدث، مفسر، فقیہ اور مفتی پیدا ہوئے۔ جن کے اسماء سے صوبہ سرحد کا ہر ایک شہری واقف ہے۔ شیخ الاسلام مفتئ اعظم سرحد، فقیہ عصر، حضرت علامہ مولانا مولوی آقا سید حبیب شاہ صاحب خطیب جامع مسجد مہابت خان، استاذ محترم گرامی قدر عالی مرتبت، محدث اعظم خطیب اسلام، عالم علوم باطنی حضرت علامہ مولوی گل فقیر احمد صاحب چشتی خطیب جامع میاں صاحب قصہ خوانی۔ حضرت محدث جلیل، فقیہ بے نظیر، شاعر بے بدل، عارف باللہ حضرت علامہ مولانا مولوی سید مقبول شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ، استاذ محترم عزت مآب شیخ التفسیر الحدیث صدر المدرسین، محدث عظیم، فقیہ اعظم، واعظ بے نظیر حضرت مولانا مولوی صاحبزادہ حافظ علی احمد جان صاحب نقشبندی خطیب جامع کچہری بازار، حضرت علامہ استاذ عالم اجل، فاضل اکمل، مولانا مولوی عبدالجلیل صاحب صدر الحدیث ساکن اتمان زئی، حال صدر مدرس

صحاح شریف دارالعلوم چارسدہ، حضرت علامہ مولانا مولوی علی اللہ صاحب المعروف "صریخ مولانا صاحب"۔ حضرت علامہ اجل مولانا مولوی سیف الرحمان صاحب المعروف میاں صاحب نصیر زئی دوآبہ، حضرت علامہ مولانا مولوی حافظ عبداللہ صاحب ساکن موضع لنڈی اور صوبہ سرحد کے مشہور و معروف عالم باعمل حضرت علامہ مولانا مولوی محمد غفران صاحب المشہور "شہباز گڑھے مولانا صاحب" وغیرہ وغیرہ۔
غرضیکہ آپ کے شاگردوں نے بھی اپنی تمام عمر قرآن و حدیث اور علوم متداولہ کی تعلیم، اشاعت، اور خدمت دین محمدی کے لئے وقف کی۔ اور جو بقید حیات ہیں اس وقت بھی دین اسلام کی خدمت پر کمربستہ ہیں۔

سلسلہ درس تدریس کے ساتھ ساتھ حضرت مولانا محمد ایوب صاحبؒ نے تصنیف و تالیف کو بھی جاری رکھا۔ چنانچہ آپ نے درسی کتب پر حواشی لکھے، شرح نخبۃ الفکر اور شرح تہذیب پر لکھے ہوئے حواشی طلباء کے لئے بہت نفع بخش ہیں۔ رسالہ ہدیۃ المسلمین لزیارۃ سید المرسلین، مواہب المنان فی مناقب ابی حنیفۃ النعمان، درالحکمۃ فی ظہر الجمعۃ، حدیقۃ النصیحۃ فی الخلوۃ والعزلۃ۔ عیون الادلۃ لرویۃ الاہلۃ - حلیۃ الاولیاء وجلوۃ الاصفیاء۔

تحفة الفحول فی الاستغاثة بالرسول - اسی طرح مختلف مسائل پر آپ کے کئی رسائل لکھے ہوئے ہیں۔ اور آپ کی تمام تحریریں عربی میں ہیں۔

بروز چہار شنبہ (بدھ) عشاء کی نماز کے دوران میں سجدہ کے اندر بتاریخ ۷، ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ میں آپکی روح مبارکہ قفسِ عنصری سے عالمِ جاودانی کی طرف پرواز کر گئی - اس وقت آپکی عمر ۸۵ برس تھی۔ اس آفتاب علم کو اپنے آبائی قبرستان موضع زخی چار باغ میں دفن کیا گیا۔

آپکے تین فرزند تھے۔ ایک تو لاولد فوت ہوئے۔ دو اور جناب مولانا محمد نعمان صاحب اور مولوی حکیم عبد اللہ جان صاحب تھے - ہر دو عالم و فاضل تھے۔ حکیم عبد اللہ جان صاحب تو قومی اور سیاسی کارکن بھی تھے۔ اتمان زئی میں حکمت کی دوکان کرتے تھے۔ آپ کے صاحبزادہ مولانا مولوی حکیم عبد الباری صاحب والد کی جگہ حکمت کی دوکان کرتے ہیں اور مدرس بھی ہیں ——

(فقیر) محمد امیر قادری
یکم شعبان۔ ۱۳۸۲ھ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ
فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ
بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ
تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝

القرآن الحکیم
سورة الحجرات

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ
عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ
بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○

القرآن الحکیم
سورۃ التوبہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الحمد لله الکریم المجیب دعاء المتضرع والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسوله الشفیع المشفع وعلیٰ اٰله واصحابه المتوسلین به فی المهمات المستغیثین بحضرته فی انجاح الحاجات کیف لا وقد ارشدهم الله سبحانه وتعالیٰ بتوقیره ذاته صلی الله علیه وسلم واتباع النور المنزل وجعلها وسیلة لفلاحهم وسببا لصلاحهم فی الدارین

اللہ تعالیٰ اپنی کتاب مبین (قرآن مجید) میں ارشاد فرماتے ہیں فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔ پ ۹ ع ۱۹ ترجمہ :۔ "تو وہ جو اس پر (محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم) ایمان لائیں، اور اس کی تعظیم کریں، اور اسے مدد دیں، اور اس نور (یعنی قرآن مجید) کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اترا، وہی بامراد ہوئے۔" حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و احترام سے یہ بھی ہے کہ مومن سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی بزرگانہ صفات اور اعلیٰ اوصاف کے ساتھ نہایت ہی تعظیم سے ندا کرے۔ اسی ضمن میں اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق کو حکم دیا کہ "وَلَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ

الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا ؕ ترجمہ۔ رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔" (پ ۱۸ ع ۹/۱۵) تمام اہلِ تفسیر نے فرمایا ہے۔ کہ حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ذاتی اسمِ گرامی سے ندا نہ کرو۔ جیسے تم لوگ باہم دگر ایک دوسرے کو ان کے ذاتی ناموں سے پکارتے ہو۔ لہٰذا آپ کو صلی اللہ علیہ وسلم یا محمد کہہ کر ندا نہ کرو، بلکہ نہایت ہی تعظیم کرتے ہوئے "یا نبی اللہ یا رسول اللہ" کہہ کر پکارو، نیز یہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے۔ کہ آپ کا نام نامی و اسمِ گرامی سوائے ان دعاؤں کے جو ماثورہ ہیں، نہ پکارا جائے، چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جب اس اہم مسئلہ کو سمجھ لیا تو مقدسین کی یہ جماعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زندگی میں اور وصال کے بعد اسی طرح مخاطب کیا کرتے تھے۔ اور اس موضوع پر بکثرت احادیث صحیحہ جو کہ امت مرحومہ کے سرتاج صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخاطبہ کے بارے میں وارد ہیں۔

علامہ اجل شیخ اکمل جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب مستطاب اکلیل فی معانی التنزیل میں ارشاد فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کے ظاہر الفاظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد بھی اب تک اسی طرح مداومت کا حکم رکھتے ہیں جس طرح حیات مبارکہ میں تھے، بخاری شریف کی وہ روایت جو کہ آپ کے وصال کے متعلق ہے اس کی تائید کرتی ہے۔

اور وہ روایت یہ ہے۔ "حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس سے چادر کو ہٹایا، جھک کر بوسہ دیا۔ روئے۔ پھر فرمایا۔ یا نبی اللہ! میرا باپ آپ پر قربان ہو، اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا۔" اور محدث ابن المنیر نے یہ عبارت زیادہ کی ہے جو کہ مواہب شریف میں ہے۔ "ہمیں بھی اپنے پروردگار کے یاد فرمانا" اور امام احمد کی روایت ہے۔ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر بوسہ دے کر فرمایا ہائے نبی۔ دو بار بوسہ دے کر فرمایا: ہائے بزرگ، اور تیسری بار بوسہ دیکر فرمایا، ہائے دوست" "جب حضرت ابوبکر کے کہنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا حضرت عمر کو یقین آ گیا۔ تو حضرت عمر روئے اور کہا" یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں" حضرت ابوبکر اور حضرت عمر امتِ محمدیہ کے آئمہ دین اور خلفاء راشدین مہدیین سے ہیں، اور یقیناً ان ہر دو گرامی قدر حضرات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وصال کے بعد ندا کی اور ان ہر دو کی تخصیص پر کوئی قرینہ نہیں۔ بلکہ بغیر کسی شک و شبہ کے سوائے ان حضرات کے امتِ محمدیہ میں ہر ایک کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وصال کے بعد بھی پکارنا جائز ہے۔ نیز ابن المنیر نے جو عبارت زیادہ بیان کی ہے اس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے وصال کے بعد تمام امت کا آپ سے استغاثہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ چونکہ حضرت ابوبکر

اور حضرت عمر خلفاء راشدین مہدیین سے ہیں۔ اور خلفاء راشدین دین اسلام کے احکام و مصالح کو تمام امت سے زیادہ جانتے اور سمجھتے ہیں۔ اس لئے ان کا ارشاد اور عمل تمام امت کے لئے قابلِ عمل ہے۔ نیز اس لئے بھی قابلِ عمل ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے" کہ تم پر لازم ہے کہ میری سنت اور میرے خلفاء راشدین المہدیین کی سنت کو مضبوطی سے پکڑے رہو" الخ بلکہ نیک لوگوں سے استعانۃ یعنی مدد طلب کرنا بھی جائز ہے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں باقاعدہ طور پر ایک باب بعنوان الاستغاثۃ بالضعفاء والصالحین باندھا ہے۔ جس میں انہوں نے ایک حدیث بطریق مصعب کے نقل کی ہے۔ کہ مصعب فرماتے ہیں۔ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" ھل ترزقون الا بضعفائکم" ترجمہ:۔ "تم کو رزق نہیں دیا جاتا مگر تمہارے مسکینوں کی وجہ سے"۔

حضرت امام بخاری نے آپ کو آپ کے وصال کے بعد ندا کرنے کے بارے میں حضرت انس سے ایک روایت بیان کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا۔ آپ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔" ہائے افسوس اے میرے باپ، آپ کے رب نے آپ کی دعا قبول فرمائی۔ ہائے افسوس اے میرے باپ، آپ کی جگہ جنت الفردوس ہو۔ ہائے افسوس اے میرے باپ، آپ کی موت کی فریاد ہم جبریل سے کریں گے۔"

آپ کی چچی جنابہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے متعلق بہت اشعار ایسے پڑھے جن میں آپ کو ندا تھی۔ اور انہوں نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی موجودگی میں یہ اشعار پڑھے، اور کسی ایک صحابی نے بھی انکار نہیں کیا۔ ان میں سے ایک شعر یہ ہے:۔ ؎

یا رسول اللہ انت رجاءنا ※ وکنت بنا برا ولم تک جافیا

ترجمہ۔ اے اللہ تعالی کے رسول! آپ ہماری امید کی جگہ ہیں۔ اور آپ ہمارے محسن ہیں اور ہم پر جفا کرنے والے نہیں تھے۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں ام العلاء سے روایت کی ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ عثمان بن مظعون ہمارے پاس رہے۔ بیمار ہو گئے، اور ہم نے ان کی تیمارداری کی۔ یہاں تک کہ فوت ہو گئے۔ ہم نے ان کو انہی کے کپڑوں میں لپیٹ دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے کہا" لقد رحمک اللہ ابا[1] السائب۔ ترجمہ:۔" اے ابا السائب اللہ تعالی تجھ پر رحم کرے"۔ الخ اس حدیث سے تمام مردوں کو ندا کرنے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ نیز علامہ عینی[2] نے بخاری شریف کی شرح میں بھی اسکی تصریح کی ہے۔

طبرانی نے ابی امامہ سے روایت کی ہے۔ کہ دفن کرنے کے بعد میت کو ان الفاظ سے تلقین کرے:۔ اے عبداللہ بن امۃ اللہ، وہ عہد یاد کر کہ جس پر تو اس دنیا سے جائے۔ تو گواہی دے ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمدا عبدہ

---

[1] یعنی یا ابا السائب، بحذف حرف النداء، وھذہ کنیتہ، [2] اسمہ بدر الدین۔

ورسولہٗ۔ یں اللہ کی توحید پر، اسلام کے دین ہونے پر، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر راضی ہوں۔ الحدیث پس اس حدیث سے بھی میت کو ندا کرنا ثابت ہے۔

اہل سنت وجماعت کے نزدیک شرعاً وعقلاً دنیا میں، برزخ میں، اور عقبیٰ میں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں تشریف لانے سے پہلے بھی سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ استغاثہ[1]۔ استعانۃ[2]۔ التوسل[3]۔ التشفع[4] یہ امور جائز ہیں۔ یہودی مومنین کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وَكَانُوا يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا الآیہ۔ ترجمہ:۔ "اور اس سے پہلے وہ اسی نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے"۔ پ ۱۔ ع ۱۱ تفسیر خازن در دوسری تفاسیر میں موجود ہے یعنی كانوا قبل مبعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم يستنصرون اللہ علی مشركی العرب فی الحروب ويقولون اللهم انصرنا بالنبی المبعوث فی آخر الزمان الذی نجد صفته فی التورات فينصرون انتھی ترجمہ:۔ "حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے جبکہ کفار مکہ اور مومن یہودیوں کے درمیان لڑائیاں چھڑ جاتیں تو مومن یہود کفار مکہ پر اللہ تعالیٰ سے فتح طلب کرتے ہوئے ان الفاظ کے ساتھ دعا کرتے کہ اے اللہ اس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل جو آخر زمانہ میں مبعوث ہوگا، جس کی صفت ہم نے تورات میں پائی ہے

[1] فریاد رسی چاہنا۔ [2] مدد طلب کرنا۔ [3] وسیلہ بنانا۔ [4] شفیع بنانا۔

ہم کو فتح عطا فرما۔ پس وہ فتحیاب ہو جاتے" فتح الرحمٰن فی ترجمۃ القرآن میں ہے، کہ جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے پہلے خیبر کے یہودی غطفان کے ساتھ لڑتے تھے تو اللہ سے ان الفاظ کے ساتھ فتح طلب کرتے:۔ اللھم افتح لنا وانصرنا علی اعدائنا الکافرین بحق محمد النبی الموعود فی آخر الزمان۔ ترجمہ:۔ "اے اللہ تعالیٰ۔ ہمارے کافر دشمنوں پر حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو آخری زمانہ کے نبی موعود ہیں۔ کی برکت سے ہمیں فتح عطا فرما اور ہماری مدد کر"۔ پس آپ کے وسیلہ سے انکو اللہ تعالیٰ فتح نصیب فرمایا کرتا تھا۔

احادیث صحیحہ سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا توسل حضرت آدم علیہ السلام نے بھی کیا ہے۔ حاکم نے اپنی مستدرک میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت آدم علیہ السلام سے (بظاہر) خطا سرزد ہوئی، تو حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی يَا رَبِّ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مَا غَفَرْتَ لِیْ۔ اے اللہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے آپ سے سوال کرتا ہوں، کہ آپ مجھے بخش دیں۔ فَقَالَ اللّٰهُ يا آدمُ انه لاحب الخَلْقِ اِلَیَّ اذا سَئَلْتَنِیْ بِحَقِّهٖ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكَ ولولا محمد لما خلقتُكَ، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے آدم میری تمام مخلوق میں جس کا وسیلہ تو نے دیا ہے۔ مجھے بہت ہی زیادہ محبوب ہے۔ اگر محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم)

نہ ہوتے تو تجھے بھی پیدا نہ فرماتا۔ ؎

اگر نام محمد را نیاوردے شفیع آدم
نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا

علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں۔ کہ بِحَقِّہٖ سے مراد حضورکا وہ مرتبہ اور مقام ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں آپ کو حاصل ہے۔ اس حدیث کو بیہقی نے بھی اسناد صحیحہ کے ساتھ روایت کیا ہے۔ علامہ ذہبی نے فرمایا ہے کہ اس بات کو اپنے پر لازم ٹھہرا لے، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجسمہ نور و ہدایت ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دنیا میں تشریف لانے کے بعد کی زندگی مبارکہ میں آپ سے مدد طلب کرنا واقع اور ثابت ہے۔ استعانت کے ثبوت میں یہ ایک روایت کافی ہے جو کہ ترمذی نسائی، ابن ماجہ، اور حاکم نے کی ہے عثمان بن حنیف سے انہوں نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ یعنی اس کی اسناد کو صحیح کہا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک اندھا آیا فقال ادع اللہ تعالیٰ ان یعافینی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان شئت دعوت لك وان شئت صبرت لك فھو خیر لك قال فا ع اللہ فامرہ ان یتوضا ویحسن وضوئہ ویصلی رکعتین ویدعو بھذا الدعا اللّٰھم انی اسئلك واتوجھہ الیك بنبیك نبی الرحمتہ یا محمد انی توجھت بك الی ربی فی حاجتی

فتقضی اللّٰھم فشفعہ فیّ وفی روایۃ قال ان کان لك حاجۃ فمثل ذالك قال عثمان بن حنیف فواللہ ماتفرقنا حتیٰ دخل علینا الرجل کان لم یکن بہ ضر رقط۔ ترجمہ:۔ عرض کی اے اللہ کے پیارے رسول میرے لئے خداوند تعالیٰ کے حضور میں دعا فرمائیں کہ مجھ کو شفا بخشے یعنی (بینا ہو جاؤں) حضور سرور کونین نے فرمایا۔ کہ اگر تم بینائی کے لئے دعا کرانا چاہتے ہو، تو میں دعا کروں گا۔ اگر تم صبر کرو تو وہ تمہارے لئے اچھا ہوگا۔ اس صحابی نے عرض کی کہ یارسول اللہ آپ دعا فرمائیے۔ پھر حضور نے اسے ارشاد فرمایا، کہ اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نماز نفل پڑھو اور بعد از فراغت یہ دعا پڑھو ”اے اللہ تعالیٰ میں تیرے دربار میں اپنا سوال اس طرح پیش کرتا ہوں۔ کہ تیرے حبیب پاک جو کہ رحمتہ اللعالمین ہیں، وسیلہ پیش کرتا ہوں، اور اے اللہ کے پیارے رسول (محمد) صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اپنی اس حاجت کے بارے میں آپ کو اپنے رب کے ہاں وسیلہ گردانا ہے پس آپ پورا کر دیں۔ اے میرے اللہ میری اس حاجت کے بارے میں ان کی ذات پاک کو شفیع بنا دے۔

اور ایک روایت میں اس طرح وارد ہوا ہے۔ کہ اگر تم کو کوئی حاجت پیش آجاوے، تو انہیں الفاظ سے دعا مانگو، حضرت عثمان بن حنیف فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ اس آدمی کو ہم سے رخصت ہوئے کچھ دیر نہیں

لگی تھی۔ کہ وہی شخص ہمارے پاس اس حالت میں واپس آیا۔ کہ اُس پر نابینائی کا
عارضہ کبھی لاحق ہی نہیں ہوا تھا۔

بخاری نے اپنی تاریخ میں اخراج کیا۔ کہ یہ شیخ مناوی نے تَوَجَّهْتُ بِكَ
کے معنی اِسْتَعَنْتُ بِكَ (یعنی آپ کی ذات بابرکات کے وسیلہ سے میں
نے مدد طلب کی) کئے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کے ساتھ
مشکلات کے اوقات میں اپنی امت کے لئے اس حدیث میں ارشاد ہے۔ کہ
مدد طلب کرے، شفاعت طلب کرے حضور سے صلی اللہ علیہ وسلم وصال
شریف سے پہلے بھی اور بعد بھی اور اسی طرح جو لوگ آپ سے بلفظ ہر
غائب ہوں ان کی مشکلات کا ندا کے ساتھ آسان ہونا بھی ثابت ہے نیز
اسی روایت کی وہ روایت بھی تصدیق کرتی ہے۔ جو بیہقی اور طبرانی نے
عثمان بن حنیف سے نقل کی ہے۔ ان رجلا کان یختلف الی عثمان
بن عفان فی حاجة فکان لا یلتفت الیه ولا ینظر فی حاجته
فشکی ذالک لابن حنیف فقال له توضاء وصل رکعتین
ثم قال اللهم انی اتوجه الیک بنبیک الخ وتذکر حاجتک
فانطلق الرجل ففعل ذالک ثم اتی باب عثمان بن عفان
فجاءه البواب حتی اخذ بیده فادخله علی عثمان فاجلسه
معه علی الطنفسة فقال ما حاجتک فذکر حاجته فقضاها له

انتھی۔ ترجمہ:۔ اور وہ یہ ہے کہ ایک آدمی اپنی حاجت کے لئے حضرت عثمان
بن عفان کی خدمت میں بار بار حاضر ہوتا تھا۔ اور عثمان بن عفان انکی طرف
نہ توجہ فرماتے تھے اور نہ ہی اس کی حاجت کو سنتے تھے۔ تو اس شخص نے اس
بات کا شکوہ حضرت ابن حنیف کے آگے کیا۔ انہوں نے اس کو کہا۔ کہ وضو
کرکے دو رکعت نماز نفل ادا کرو۔ پھر دعا کے لئے یہ کہو، اللھم الخ اور
اپنی ضرورت کا ذکر کرو۔ پس وہ آدمی چلا گیا۔ اور ایسے ہی کیا۔ پھر حضرت عثمان بن
عفان رضی اللہ عنہ کے دروازہ پر حاضر ہوا۔ دربان آیا اور اس کو ہاتھ سے پکڑ کر
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے
اس کو اپنے قریب مسند پر بٹھایا۔ اور فرمایا۔ کہ تمہاری کیا حاجت ہے پس اس
شخص نے اپنی ضرورت بیان کی تو انہوں نے اس کو پورا کر دیا۔

آپ کے وصال شریف کے بعد بلا تاخیر مشکل کا آسان ہونا سید دو عالم
صلی اللہ علیہ وسلم کی استغاثت سے حاصل ہوتا ہے۔ ابوسعید سمعانی بعض حافظان
حدیث سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت علی سے یہ روایت ہے انه قال جاء
اعرابی بعد ما دفنه صلی الله علیه وسلم بثلثة ایام الی قبره
الشریف فرمی بنفسه علی القبر وقال فیما انزل الله علیک
قوله تعالی ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاءوک فاستغفروا الله
واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحیما۔ وقد ظلمت

نفسی وجئتك لتستغفرلی الی ربی ۔فنودی من القبر
الشریف ان قد غفرلك انتھی "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
وصال شریف کے تین دن کے بعد ایک اعرابی آپ کے مزار پُرانوار پر حاضر
ہُوا۔پس قبر شریف سے لپٹ گیا۔اور عرض کرنے لگا۔اللہ تعالیٰ نے آپ کے
حق میں یہ آیت نازل کی ہے۔"اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے
محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں۔پھر اللہ سے معافی چاہیں۔اور رسول انکی
شفاعت فرمائے۔تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں"۔
پ ۵ ع ۶ اور تحقیق میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے۔اور آپ کی خدمتِ
اقدس میں آگیا ہوں۔تاکہ آپ اپنے رب تعالیٰ کے حضور میں میری بخشش طلب
کریں پس آپ کی قبر مبارک سے ندا آئی یہ کہ تجھے بخش دیا۔"اور یہ حضور صلی
اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ مع وجود پاک پر نص قطعی ہے۔اور قبر شریف میں
اس وجود اطہر کے ساتھ حیاتِ جسمانی حقیقی دنیوی کے طور پر اہلِ سُنّت و
جماعت کا کلی اتفاق ہے۔(مزید تحقیق آگے بیان کی جائے گی۔)

شیخ علی سمہودی مدنی نے اپنی کتاب "خلاصۃ الوفا" میں اپنے اصحاب سے
حکایت نقل کی ہے۔عتبی سے، انہوں نے فرمایا۔کہ میں حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کے مزار اقدس کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔کہ ایک اعرابی آیا۔اور اس نے
السلام علیك یارسول اللّٰہ کہا اور کہا کہ میں نے سنا ہے۔کہ اللہ

تعالیٰ نے فرمایا ہے ولو انھم اذ ظلموا انفسھم الخ نیز میں آپ کے
حضور میں اپنے گناہ بخشوانے اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں آپ کی سفارش
کرنے آیا ہوں۔اور پھر یہ شعر پڑھے ۔ ؎

یاخیر من دفنت فی القاع اعظمه
قد طاب من طیبهن القاع والاکم

"اے مجسمہ خیر آپ کا وجود پاک جو اس سرزمین میں مدفون ہے۔اس کی
خوشبو سے ٹیلے اور میدان معطر ہو گئے ہیں"۔

نفسی الفداء لقبر انت ساکنه
فیه العفاف والجود والکرم

"اس قبر شریف پر میری جان قربان ہو جس میں آپ جلوہ افروز ہیں۔اور جس
میں عفت، بخشش اور عطا ہے"۔

یہ اشعار پڑھنے کے بعد وہ چلا گیا۔اور مجھ پر نیند کا غلبہ ہُوا۔میں خواب میں
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہُوا۔آپ نے ارشاد فرمایا۔
اے عتبی! اس اعرابی کو مل اور اس کو اس بات کی خوشخبری سنا کہ اللہ تعالیٰ
نے اس کو بخش دیا۔جب میں اس کی تلاش میں نکلا تو مجھے نہ ملا۔

ابن ابی شیبہ اسناد صحیحہ کے ساتھ مالک الدار خازن، حضرت عمر
رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔کہ حضرت امیر المومنین عمر فاروق

رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور میں لوگ قحط سے دوچار رہے۔ تو حضرت بلال بن حارث نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر حاضر ہو کر عرض کیا۔ یارسول اللہ استسق لامتک فانہم قد ھلکوا (اے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی امت ہلاک ہو رہی ہے۔ اس کے لئے پانی طلب کیجئے)۔ حضرت بلال کو خواب میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرف فرما کر حکم دیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جا۔ اور میرا اسلام کہہ اور اسکو کہہ تمام امور میں دانائی اور سنجیدگی اختیار کر، نیز یہ بھی کہہ دو قحط زدہ لوگ پانی دیئے گئے۔ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور تمام بات کہہ دی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ روئے اور کہا۔ کہ "یا اللہ میں تو وہی کرتا ہوں جو میرے بس میں ہے۔"

دارمی نے اپنی مسند میں ابی الجوزا سے روایت کی ہے۔ کہ اہل مدینہ پر شدید قسم کا قحط پڑا۔ لوگ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں شکایت لے کر آئے۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جاؤ اور سید پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی چھت کو اوپر سے کل دائرہ کی شکل میں پھاڑ دو۔ تاکہ آسمان اور قبر کے درمیان چھت نہ رہے۔ ان لوگوں نے اسی طرح کیا۔ بارش برسی اور اتنی برسی کہ خوب گھاس اگا۔ اونٹ اس طرح فربہ ہو گئے گویا کہ چربی سے پھٹے جاتے تھے۔ اسی لئے اس

برس کا نام ہی عام الفتق پڑ گیا۔ الفاضل المراغی نے کہا ہے کہ جب کبھی خشک سالی ہوتی ہے۔ تو اہل مدینہ کا یہی طریقہ ہے۔ شیخ السمہودی المدنی نے کہا ہے کہ آج کل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔ تاکہ وجہہ مبارک نظر آئے۔ اور یہی طریقہ ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ استغاثہ جائز ہی نہیں بلکہ امر واقع ہے۔ حضور سید البشر، شفیع المحشر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں جو خبر دی ہے مومن کے لئے وہی کافی ہے۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں باب الکسوف میں مرفوعاً روایت کی ہے۔ ان الشمس تدنو یوم القیامۃ فبینا ھم کذالک استغاثوا بآدم ثم بموسیٰ ثم بمحمدٍ فیشفع لیقضی بین الخلق فیومئذ یبعثہ اللہ مقاماً محموداً یحمدہ اھل الجمع کلھم انتہیٰ ترجمہ: قیامت کے دن جب سورج قریب ہو جائے گا۔ تو اس دن جبکہ لوگ اس حالت میں ہوں گے۔ کہ وہ پہلے حضرت آدم سے فریاد رسی چاہیں گے۔ پھر حضرت موسیٰ سے، پھر حضور سے، پس حضور شفاعت کریں گے تاکہ اللہ تعالیٰ فیصلہ فرما دے مخلوق میں۔ پھر اسی دن اللہ تعالیٰ حضور کو ایسا مقام محمود عطا فرمائے گا۔ کہ تمام اہل محشر حضور کی تعریف کرنے لگیں گے۔

لہذا تمام امتوں کے لئے آخرت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت

کبریٰ فرماتا ہی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ کرنا ہے۔ اور شفاعت صغریٰ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مختص ہے۔ امام مسلم نے اپنی صحیح میں عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ مبارک اٹھا کر فرمایا۔ اللھم امتی امتی وبکیٰ۔ اے میرے اللہ میری امت میری امت اور روئے۔ فقال اللہ یا جبرئیل اذھب الی محمد واسئلہ مایبکیک وھو اعلم :- اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کو حکم دیا۔ کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا اور ان سے پوچھ کہ آپ کیوں روتے ہیں۔ حالانکہ وہ جانتا ہے۔ پس جبرئیل آئے پوچھا سو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا دی وہ بات جو کہی تھی۔ کہ اللہ خوب جانتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ اور فرمایا۔ کہ حضور کو کہہ اَنَا سَنُرْضِیْکَ فِیْ اُمَّتِکَ وَلَا نَسُوْءُکَ عنقریب آپ کی امت کے متعلق ہم آپ کو راضی کر دیں گے۔ اور نہ ہی آپ کو جھٹلائیں گے:

امام بخاری نے اپنی کتاب کے باب الغلول میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو روایت کی ہے۔ جس میں "لَا اَمْلِکُ لَکَ شَیْئًا" فرمایا اس شخص کے لئے

صـ۳۲ بخاری شریف نور محمد اصح المطابع دہلی "میں تیرے لئے کچھ نہیں کرتا، کیونکہ میں نے تجھے تبلیغ کی تھی" الحدیث باب الغلول

ہے۔ جو قیامت کے دن کہے یا رسول اللہ اغثنی یا رسول اللہ میری مدد کیجئے۔ (اس سے ملکیت کی نفی نہیں ہوتی) کیونکہ امام قسطلانی نے فرمایا ہے۔ کہ میں تیری مغفرت کے لئے نہیں ہوں۔ اور یہ بھی انتہائی زجر کی بنا پر فرمایا۔ ورنہ آپ گنہگاروں کے لئے صاحب شفاعت ہیں۔ اور کیوں نہ ہوں جبکہ آپ نے ارشاد فرمایا۔ شَفَاعَتِیْ لِاَھْلِ الْکَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ۔ یعنی میری شفاعت ان لوگوں کے لئے، جو میری امت میں گناہ کبیرہ کرتے ہیں:" اس حدیث کو ابو داؤد، ترمذی، حاکم اور ان کے علاوہ دوسرے محدثین نے بھی ذکر کیا ہے۔ اور جو روایت معجم کبیر میں طبرانی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہے" کہ وہ مجھ سے مدد نہیں چاہیں گے۔ اور سوائے اس کے نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے مدد چاہیں گے"۔ یہاں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نفی کرنا ان باتوں کا ہے، جو آپ کی بشری طاقت کے تحت نہیں ہیں۔ جیسے گناہوں کا بخشوانا، ارشاد خداوندی ہے۔ وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ ط

مسلمان کی شان کے یہ بات مناسب ہی نہیں ہے۔ کہ وہ ان تمام امور میں جو کہ سید پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لائق ہیں اور آپ کے زیر [illegible] ہیں۔ اور جو کہ آپ کے منصب شریف کے متعلق ہیں۔ اور آپ کے تصرف منیف کے تحت ہیں۔ کسی قسم کی گفتگو کرے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے سارے

زمین کے جملہ خزانوں کی تمام چابیاں صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دست تصرف میں عطا فرما کر آپ کو (صلی اللہ علیہ وسلم) تمام کائنات میں تقسیم کرنے کے اختیارات مرحمت فرمائے۔

امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ "مجھے وہ چیز عطا کی گئی ہے۔ کہ جو مجھ سے انبیاء کرام گزر چکے ہیں۔ ان میں سے کسی کو بھی وہ نہیں دی گئی۔ نیز تمام روئے زمین کے خزانوں کا تصرف مجھے دیا گیا"۔ علامہ علقمی نے تصریح کے ساتھ لکھا ہے۔ کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

حاکم نے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" میں ابو القاسم ہوں۔ اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے اور میں تقسیم کرتا کرتا ہوں۔ اور یہ حدیث بھی صحیح ہے۔ علامہ عزیزی نے اسکی تصریح فرمائی۔ حضرت علامہ قسطلانی نے اس کی شرح میں فرمایا۔ کہ بعض علماء نے "خزائن الارض" سے "جہان کے اندر ہر شے" مراد لی ہے۔ یعنی تمام چیزوں کے خزانے جو کہ جہان میں ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کئے گئے ہیں۔ تاکہ حسب حیثیت وطلب ہر ایک کو تقسیم فرماویں۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کچھ مرحمت فرمایا، اور آپ کو جو جو انعامات سے سرفراز فرمایا اپنی مخلوقات میں سے کسی کو بھی نہیں دیئے۔ جیسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سید المرسلین ہونا۔

خاتم النبیین ہونا۔ (یعنی تمام انبیاء سے آخری ہونا)، قیامت کے دن رب العالمین کے حضور میں تمام امتوں کا شفاعت کرنے والا ہونا۔ وغیرہ وغیرہ۔

وصال کے بعد قبل از حشر قبر کی زندگی میں تمام انبیاء برابر ہیں۔ علامہ جلال الدین سیوطی اپنی کتاب مستطاب انباء الاذکیاء بحیات الانبیاء میں فرماتے ہیں۔ کہ احادیث متواترہ اور علم قطعی سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم و انبیاء کرام کی زندگی ہمارے علماء (علماء اہل سنت وجماعت) کے نزدیک دلائل سے ثابت ہے۔ جیسا کہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات حضرت موسےٰ علیہ السلام پر گزرے، اس حال میں کہ حضرت علیہ السلام اپنی قبر شریف میں نماز پڑھ رہے تھے، نیز اس حدیث کو ابو نعیم نے ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

ابی یعلی نے اپنی مسند میں اور بیہقی نے اپنی کتاب حیوٰۃ الانبیاء میں حضرت انس سے روایت کی ہے۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" کہ انبیاء کرام زندہ ہیں اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں"۔ نیز ابو داؤد اور بیہقی نے اوس الثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "یقیناً اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے۔ کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے"۔ بیہقی نے کہا۔ کہ انبیاء کے وصال کرنے کے بعد ان کی زندگی ثابت کرنے کیلئے

دلائل موجود ہیں۔ چنانچہ واقعہ معراج بیان کرتے ہوئے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جماعت انبیاء میں ہر ایک جماعت کو ملے۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے گفتگو کی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کو کھڑے ہو کر نماز پڑھتے دیکھا۔ پس جب نماز کا وقت آیا، تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی امامت کے فرائض بھی سرانجام دیئے۔

ابن حبان نے اپنی صحیح میں اوس بن اوس سے مرفوعاً روایت کی ہے۔ کہ یقیناً تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ پس مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ہمارا درود آپ پر کس طرح پیش کیا جائے گا جبکہ آپ مٹی میں ہوں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ یعنی" اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے اجساد کا کھانا زمین پر حرام کر دیا ہے"

ابن ماجہ نے ابی الدرداء سے مرفوعاً روایت کی ہے۔ کہ ہر ایک کا درود جس وقت وہ درود پڑھنے سے فارغ ہوتا ہے۔ مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے پوچھا حضور آپ کے وصال فرمانے کے بعد بھی پیش کیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں یقیناً اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے اجساد کا کھانا حرام کر دیا ہے۔ اللہ کے انبیاء زندہ رہتے ہیں۔ جبھی انبیاء وصال کرتے ہیں یعنی بعد

اس کے ان پر ایک آن کے لئے موت طاری ہوتی ہے۔ ان کے ارواح مقدسہ ان پر لوٹا دیئے جاتے ہیں۔ اور ان کی زندگی شہداء کی زندگی کی طرح ہوتی ہے[1]۔ (یہاں پر ابن ماجہ کا کلام ختم ہوتا ہے۔)

امام قرطبی نے تذکرہ میں لکھا ہے، کہ یہ بات قطعاً صحیح ہے، کہ انبیاء کے جسموں کو زمین نہیں کھاتی۔ معراج کی رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس میں تمام انبیاء سے ملے۔ جس جس نے آپ کو سلام کیا۔ آپ نے ہر ایک کو سلام کا جواب دیا۔ سوائے اس کے اور بھی بہت سے دلائل ہیں۔ جن سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے۔ کہ انبیاء کرام کے وصال کا یہ مطلب ہے۔ کہ وہ ہم سے غائب ہیں۔ اس حیثیت سے کہ انکو ہماری

---

[1] انبیاء کرام کی زندگی شہداء کی طرح نہیں ہوتی۔ کیونکہ ان کی زندگی معنوی، روحانی ہے۔ اور انبیاء کرام کی زندگی دنیوی حقیقی اور حسی ہے جیسا کہ شیخ محقق علی الاطلاق عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ الباری اپنی کتاب مستطاب اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرمایا! وحیات انبیاء متفق علیہ است ہیچ کس را دروے خلافے نیست، حیات جسمانی حقیقی دنیوی نہ حیات روحانی معنوی چنانکہ شہدا را است انتہی۔ صاحب مظاہر حق (شرح مشکوٰۃ شریف) ج اول ص۵۶۲ سطر ۲۰ تا ۲۲ میں تحریر فرماتے ہیں۔" اور اخیر حدیث کا حاصل یہ ہے۔ کہ زندہ ہیں انبیاء قبروں میں یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کسی کو اسمیں اختلاف نہیں۔ کہ ... انکو وہاں حقیقی جسمانی دنیا کی سی ہے، نہ حیات معنوی روحانی جیسے شہداء کو ہے سوائے انکے اور اموات (مردے) بھی سنتے ہیں سلام اور کلام اور عرض (پیش) ہوتے ہیں اعمال اقربا انکے بعض ایام میں۔

آنکھیں نہیں پاتیں ، اگرچہ وہ زندہ موجود ہیں فرشتوں کی طرح . پس جس
طرح فرشتے زندہ موجود ہیں . ہم میں سے ان کو کوئی نہیں دیکھ سکتا مگر اللہ
تعالیٰ جسکو مخصوص کرے اپنی کرامت کے ساتھ . انتھی (لہٰذا انبیاء کرام
بھی اسی طرح زندہ موجود ہیں ، مگر انہیں ہم نہیں دیکھ سکتے .)

شیخ تقی الدین سبکی نے فرمایا ہے . کہ انبیاء اور شہداء کی قبر کی زندگی
بعینہٖ دنیوی زندگی کی طرح ہے . اور اس پر موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر
میں نماز پڑھنا ثبوت کے لئے کافی ہے . چونکہ نماز پڑھنے کے لئے جسم
ضروری ہے . اور معراج شریف کی رات یہ تمام صفتیں انبیاء کرام میں
کلی طور پر موجود تھیں لہٰذا ان کی حیات ثابت ہے .

جناب شیخ علی القاری درۃ المفیئۃ فی زیارۃ المصطفویۃ
میں تحریر فرماتے ہیں . کہ جمہور علماء کا اس پر اتفاق ہے . کہ (موت کے بعد)
شہداء کی زندگی حقیقی زندگی ہوتی ہے ۔ ایک قول تو یہ ہے کہ یہ زندگی روح
کے لئے ہے . اور دوسرا قول یہ بھی ہے . کہ یہ زندگی جسم کے لئے بھی ہے . اس
لحاظ سے ان کا جسم گلتا سڑتا نہیں . اور ان کے بدن میں خون کی موجودگی اور
بدن کی تازگی جیسی علامتیں موجود ہوتی ہیں جن کا مشاہدہ کیا گیا ہے .

علامہ سیوطی فرماتے ہیں . کہ ان تمام احادیث سے ہمارے حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کی حیات جسم اقدس اور روح مبارک کے ساتھ اسی ہیئت کے

ساتھ جس طرح وصال سے پہلے آپ کا وجود پاک تھا بغیر کسی تبدیلی کے ثابت ہے .

علامہ شیخ علی القاری درۃ المفیئۃ میں فرماتے ہیں . کہ ان احادیث
سے جان لیا گیا ہے . کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ ہیں .
ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں . اور ان
کا جسم زمین نہیں کھا سکتی . اور تمام انبیاء بھی اسی طرح زندہ ہیں . نیز تمام
علماء کا اس پر اجماع ہے . پس ثابت ہو گیا . کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کے وجود مبارک میں کوئی اور کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوئی . اور اپنی قبر شریف
میں زندہ ہیں جیسا کہ دنیا میں زندہ تھے .

احمد ترمذی ، اور ابن ماجہ نے ابی ذر غفاری سے روایت کی ہے . کہ نبی
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " میں وہ چیز دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے .
اور وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سن سکتے " حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دنیا میں
خلاف عادت دیکھنے اور سننے کی ایک خاص کیفیت تھی . جس پر یہ حدیث دلیل
ہے . اس بارے میں بہت احادیث موجود ہیں . کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
بطور معجزہ کے وہ سب کچھ سنتے تھے . جو تم نہیں سن سکتے ہو . اور وہ
سب کچھ دیکھ سکتے تھے جو تم نہیں دیکھ سکتے ہو .

بخاری شریف میں اسماء بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہما سے روایت
ہے . کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک بار) حمد و ثنا بیان کرنے کے

بعد فرمایا" کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو میں نے نہ دیکھی ہو۔ مگر دیکھ لیا میں نے اسکو اس جگہ یہاں تک کہ جنت اور جہنم کو بھی دیکھ لیا۔"

بخاری شریف میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" میں نے جنت کو دیکھا اور انگور لیا۔ اور اگر میں اس کو لے لیتا تو تم ضرور اس سے کھاتے رہتے۔ اور وہ ختم نہ ہوتا۔ مجھ کو جہنم دکھائی گئی آج ایسا ڈراؤنا منظر میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ میں نے اکثر عورتوں کو جہنم میں دیکھا۔ عرض کیا گیا کیوں اے اللہ کے رسول! فرمایا انکے کفر کے سبب، عرض کیا گیا، کیا وہ اللہ کا انکار کرتی ہیں۔ ارشاد فرمایا وہ اپنے خاوندوں کی نافرمانی کرتی ہیں۔"

عقبہ بن عامر سے روایت ہے۔ کہ فرمایا" میں تمہارا اول (فرط) ہوں۔ اور تم پر حاضر ہوں بے شک تمہارے ساتھ حوض کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اور بلا ریب میں اس جگہ سے حوض کو دیکھ رہا ہوں۔"

مسلم اور ترمذی میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جب میں معراج کو راتوں رات لے جایا گیا۔ تو قریش مجھے جھٹلایا (اس وقت) میں حجر (حطیم) کے قریب کھڑا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میرے سامنے لا کر کھڑا کر دیا۔ میں نے ان کی پوچھی ہوئی تمام نشانیاں بتانی شروع کر دیں۔ گویا اس کو میں اب بھی دیکھ رہا ہوں۔

بخاری شریف میں ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" کیا تم میرے اس قبلہ کو دیکھتے ہو، فَوَاللّٰہِ لَا یَخْفٰی عَلَیَّ خُشُوْعُکُمْ وَلَا رُکُوْعُکُمْ اِنِّیْ لَاَرَاکُمْ مِنْ وَّرَآءِ ظَہْرِیْ اللہ کی قسم ہے کہ (نماز میں) تمہاری قلبی کیفیت اور حالت اور تمہارا رکوع بھی مجھ سے چھپا ہوا نہیں ہے۔ میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے بھی ضرور دیکھتا ہوں۔"

امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَرٰی بِاللَّیْلِ فِی الظُّلْمَۃِ کَمَا یَرٰی بِالنَّہَارِ فِی الضَّوْءِ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح دن کی روشنی میں دیکھا کرتے تھے، اسی طرح رات کی تاریکی میں (بغیر کسی قسم کی روشنی کے) ہر ایک چیز کو دیکھا کرتے تھے۔ شیخ علامہ محمد الحفنی نے شرح میں لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت بصارت کو کامل فرمایا۔

سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بطور معجزہ سننا بھی بہت سی احادیث سے ثابت ہے۔

بخاری شریف میں حضور کا ارشاد ہے، فرماتے ہیں" مجھے یہاں تک چڑھایا گیا۔ کہ میں استویٰ تک پہنچا۔ اَسْمَعُ صَرِیْرَ الْاَقْلَامِ کہ میں قلم (الٰہی) کی آواز سن رہا ہوں۔"

لہ حاشیہ بخاری شریف :-

مسلم شریف میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ کہ جبرئیل ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب بیٹھے تھے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف سے ایک آواز سنی، اور سر اقدس اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا۔ فَقَالَ جِبْرَئِيْلُ عليه السلام هٰذَا بَابٌ مِنَ السَّمَآءِ فُتِحَ الْيَوْمَ لَمْ يُفْتَحْ قَطُّ اِلَّا الْيَوْمَ۔ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا۔ آسمان کے دروازوں میں سے یہ ایک وہ دروازہ ہے، جو آج کے دن ہی کھولا گیا ہے۔ اس سے پیشتر کبھی بھی نہیں کھولا گیا تھا۔"

ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "آسمان (بوجہ کثرت ملائکہ کے) چرچر کرنے لگا۔ اور اس کو چرچر کرنا چاہیئے تھا۔ مجھے قسم ہے اس ذات مقدس کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے۔ آسمان میں ایک بالشت بھر بھی ایسی جگہ نہیں جہاں ایک نہ ایک فرشتہ سجدہ کناں نہ ہو۔"

شعب الایمان میں بیہقی نے اس حدیث کو اخراج کیا ہے۔ کہ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میری قبر کے پاس جو مجھ پر درود پڑھتا ہے۔ میں اس کے درود کو خود سنتا ہوں۔ اور جو شخص دور سے مجھ پر درود پڑھتا ہے۔ تو وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔" حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جس

نے جمعہ کے دن اور رات چھہتر بار درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس کی سو ضرورتیں پوری کرتا ہے۔ ستر آخرۃ میں اور دنیا میں۔ اس درود پر ایک فرشتہ مقرر فرماتا ہے جو اس درود کو قبر میں بعینہٖ اسی طرح میرے پیش کرتا ہے جس طرح تمہارے لئے کوئی دوست تحفہ تحائف پیش کرتا ہے۔ وہ فرشتہ مجھے بتاتا ہے، کہ درود پڑھنے والے کا کیا نام ہے۔ اس کا نسب کیا ہے۔ اس کا قبیلہ کیا ہے۔ پھر میں اس کو اپنے پاس روشن کتاب میں درج کر لیتا ہوں۔" اور ایک روایت میں الفاظ زیادہ ہیں۔ اِنَّ عِلْمِيْ بَعْدَ الْمَوْتِ كَعِلْمِيْ فِي الْحَيَاةِ۔ الحدیث

ترجمہ:- وصال شریف کے بعد میرا علم ایسا ہی ہوگا، جیسا کہ زندگی میں تھا۔

شیخ محمد عابد السندھی نے اپنی شرح مسند امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ میں کہا۔ کہ علماء نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں۔ اپنی زیارت کرنے والوں کو پہچانتے ہیں۔ اس کی طرف دیکھتے ہیں۔ اس پر خبردار ہیں۔ بسا اوقات اللہ تعالیٰ زائر کے دل کی خبر آپ کو دیتا ہے۔ اور جو کچھ اس کے دل میں ہے اس کی بھی اطلاع دیتا ہے۔ اور جس کو یہ حضوری حاصل ہو وہ ہر کمال کے ساتھ مزین ہے۔ انتہیٰ۔

شیخ علی القاری نے کتاب مستطاب عین العلم اور دررۃ المضیئۃ فی زیارۃ المصطفویہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ کہ آپ کی امت میں سے جو امتی آپ کی قبر مبارک پر حاضر نہ ہو سکتے ہوں اور آپ پر

سلام بھیجیں تو اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو مقرر کیا ہے، جو آپ کو وہ سلام آپ کی قبر شریف میں پہنچا دیتا ہے پس تو خوب سمجھ لے کہ ان احادیث سے معلوم ہو گیا ہے کہ آپ ہمیشگی کے ساتھ زندہ ہیں یہ بات عادۃً محال ہے کہ دنیا میں کوئی وقت بھی ایسا نہیں کہ سلام بھیجنے والے آپ پر سلام نہ بھیج رہے ہوں چاہے دن ہو یا رات، لہٰذا ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں۔ اور ان کے جسم اطہر کو زمین نہیں کھا سکتی اور اسی طرح تمام انبیاء کا حال ہے اور اسی پر اجماع ہے۔ انتھی۔ اور حضرت علی القاری رحمۃ اللہ الباری نے فرمایا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت شریف کے عظیم ترین فوائد میں سے ایک یہ فائدہ ہے۔ کہ حضور کی زیارت شریف کرنے والا جب دور سے درود وسلام پڑھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ذریعہ سے یہ درود وسلام پہنچتا ہے۔

ابن ابی شیبہ اور دوسرے راویوں نے اسناد جیّد کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ کہ فرمایا۔ جس شخص نے میری قبر کے نزدیک مجھ پر درود پڑھا تو میں اس کو سنتا ہوں، اور جس شخص نے مجھ پر دور سے درود پڑھا وہ مجھے پہنچایا جاتا ہے۔ (شیخ علی القاری کا کلام یہاں ختم ہوتا ہے)

مندرجہ بالا حدیث میں سلام کا ذکر نہیں صرف درود کا ذکر ہے مگر ابوداؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ کہ حضور

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَامِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰہُ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْہِ السَّلَامَ "کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو مجھ پر سلام بھیجتا ہو مگر اللہ نے مجھ پر میری روح لوٹائی ہے۔ تاکہ میں اس کو سلام کا جواب دوں۔"

بعض اوقات اس حدیث میں روح کا جد اقدس سے جدا ہونا متوہم ہوتا ہے۔ یہ کوئی تردد کی بات نہیں کیونکہ گذشتہ احادیث بھی اس وہم کے مخالف ہیں نیز میں نے اس وہم کے متعلق کئی بار سوچا، تو مجھ پر اللہ تعالیٰ نے کئی طریقوں سے اس اشکال کو حل فرمایا ہے۔ ان میں سے زیادہ قوی جواب یہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد رَدَّ اللّٰہُ عَلَیَّ رُوْحِیْ (اللہ تعالیٰ نے مجھ پر میری روح لوٹائی ہے) جملہ حالیہ ہے، اور جس وقت حال فعل ماضی میں واقع ہو تو لفظ قَدْ مقدر ہوتا ہے۔ جیسا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اَوْجَآءُوْکُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُھُمْ یعنی قَدْ حَصِرَتْ، اسی طرح یہاں بھی قَدْ مقدر کیا جائے گا۔ اور یہ جملہ (رَدَّ اللّٰہُ عَلَیَّ رُوْحِیْ) لفظ سلام سے پہلے ماضیہ ہے، اور ہر ایک سلام بھیجنے والے کے سلام سے پہلے واقع ہے اور کلمہ حَتّٰی جو ہے یہ تعلیل کے لئے نہیں بلکہ عطف ہے۔ واو کے معنی میں پس حدیث کی تقدیر یوں ہوگی۔ مَامِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا قَدْ رَدَّ اللّٰہُ عَلَیَّ رُوْحِیْ قَبْلَ ذَالِکَ السَّلَامِ وَاَرُدَّ عَلَیْہِ۔ لہٰذا یہ توجیہ جو ہم نے بیان کی ہے۔ اس سے یہ اشکال خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔ بلحاظ معنی اس قول کی تائید اس طرح بھی ہوتی ہے۔ کہ ردّ کے

یعنی حال یا استقبال کے ہوں۔ تو مسلمانوں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام رَدَّ کے تکرار سے لازم آتا ہے۔ نیز تکرار رَدَّ روح اور بدن کی جدائی کو مستلزم ہے۔ اس جدائی پر دو اشکال وارد ہوتے ہیں۔ پہلا یہ کہ جسد مبارک کو روح مبارک کے نکلنے سے تکلیف کا ہونا۔ اور دوسرا یہ کہ تکرار رَدَّ قرآن مجید کے صریحاً مخالف ہے۔ کیوں کہ دو موتیں اور دو زندگیاں قرآن مجید سے ثابت ہیں۔ اور یہ تکرار رَدَّ بہت موتوں کو مستلزم ہے۔ اور یہ باطل ہے۔ نیز یہ بات احادیث متواترہ گذشتہ کے بھی مخالف ہے۔ اور جو بات قرآن مجید اور احادیث متواترہ سے مخالف ہو تو اس کی تاویل واجب ہو جاتی ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ یہ حدیث وجہ مذکور پر محمول کی جائے۔ پھر علامہ سیوطی نے کتاب انبیاء بحیاۃ الانبیاء کے آخر میں فرمایا کہ میں نے اس حدیث کو لفظ قَدْ کے ساتھ کتاب حیات الانبیاء (جو کہ بیہقی نے لکھی ہے) میں دیکھا ہے (اِلَّا قَدْ رَدَّ اللّٰہُ عَلَیَّ رُوْحِیْ) پس یہاں پر لفظ قَدْ تصریحاً موجود ہے۔ جب وہاں پر یہ عبارت دیکھی تو میں نے اللہ تعالیٰ کی بہت ہی تعریف کی، نیز یہ بات بھی قوی ہے۔ کہ لفظ قَدْ کا حذف اس کے اضمار پر محمول ہے۔ اور یہ کہ قَدْ کا حذف کرنا تصرف رواۃ میں سے ہے۔ پس مراد اس حدیث کی جس پر اخبار موجود ہیں۔ (اَنَّ اللّٰہَ یَرُدُّ اِلَیْہِ رُوْحَہٗ بَعْدَ الْمَوْتِ) لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کے لئے زندہ ہو گئے۔ اس لئے اگر کوئی

آپ پر سلام بھیجے تو آپ بھی صلی اللہ علیہ وسلم بسبب اس زندگی مبارک کے جو آپ میں موجود ہے۔ اس پر رد سلام کرتے ہیں۔ پس یہ حدیث ان تمام احادیث کے موافق ہو گئی۔ جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر شریف میں زندہ ہونا بیان کیا گیا ہے۔ فَلِلّٰہِ الحمد والمنۃ یہاں پر علامہ سیوطی کا کلام ختم ہوتا ہے۔

الوردۃ المضیئۃ فی الزیارۃ المصطفویہ میں شیخ علی القاری فرماتے ہیں۔ کہ امام احمد نے اس حدیث کو ابن قدامہ سے ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ "مَامِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ" اگر یہ ثابت ہو جائے کہ سلام کہنے والے کے لئے قبر شریف کے قریب فضیلت کی خصوصیت کی واضح دلیل ہے۔ اور اگر نہیں تو بوجہ قبر شریف کے روبرو ہونے کے سلام عرض کرنے والے کو بغیر واسطے کے سلام کے خطاب اور جواب سے ممتاز کیا گیا ہے۔

خلاصۃ الوفا میں حضرت امام سمہودی مدنی نے فرمایا۔ کہ اگر مسئلہ مذکورہ ثابت ہو تو بہتر، ورنہ یہ توضیح ہے۔ کہ قبر شریف کے پاس رہ کر سلام کرنے والا آمنے سامنے ہونے کی بناء پر ممتاز ہوا۔ اس خطاب کے ساتھ جو مستدعی ہے کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو جواب سے سرفراز فرمائیں گے۔

امام بخاری کے اکابر مشائخ سے ایک شیخ جناب حضرت عبداللہ المقبری فرماتے ہیں۔ کہ یہ حدیث باب زیارت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے یعنی

"اِذَا زَارَنِیْ فَسَلِّمْ عَلَیَّ اَرُدُّ عَلَیْہِ السَّلَام" نیز امام سمہودی فرماتے ہیں کہ پہلی حدیث کی تائید میں یہ بات بھی ہے۔ کہ عرف عام میں سلام کی حقیقت یہ ہے کہ جس کو سلام کیا جائے وہ سامنے اور قریب ہو۔ اس کو سلام تحیت کہتے ہیں۔ سلام تحیت کا مطلب یہ ہے۔ سلام کرنے والا جواب کا آرزومند ہے جسکو سلام کیا گیا، وہ خود جواب دے یا قاصد کے ذریعہ، نہ اس سلام کی طرح جس سے ہم دعا کا قصد کریں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے، خواہ وہ بلفظ غیب ہو یا بصیغہ حاضر ہو۔

بیہقی نے فرمایا۔ کہ حدیث کا یہ معنی ہے کہ اِلَّا قَدْ رَدَّ اللّٰہُ عَلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْہِ۔ اور بعضوں نے یہ کہے ہیں۔ یہ خطاب ان لوگوں کی فہم کے اندازے کے مطابق ہے۔ کیونکہ البتہ روح کو لوٹانے میں ضروری ہے تاکہ سنے گویا کہ فرمایا کہ جیسے سننا چاہیئے تھا۔ پوری توجہ کے ساتھ سنتا ہوں۔ اور پوری توجہ کے ساتھ جواب سے سرفراز فرماتا ہوں۔ اور سلام کے جواب دینے پر بھی دلالت کرتا ہے۔ جبکہ سلام کرنے والا سلام کرے۔ اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ سلام کا جواب دینے کے بعد روح قبض ہو جاتی ہے۔ اور اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔ کیونکہ اس سے موتوں کا بار بار آنا لازم ہوتا ہے جو کہ غیر محدود ہے۔

اور جو حدیث نسائی اور دیگر کتابوں میں آئی ہے "اِنَّ لِلّٰہِ مَلٰٓئِکَۃً

سَیَّاحِیْنَ فِی الْاَرْضِ یُبَلِّغُوْنِیْ مِنْ اُمَّتِیْ السَّلَامُ۔ اور دیگر احادیث" میں ہے۔ کہ "عَرْضِ الْمَلَکِ لِصَلٰوۃِ الْاُمَّۃِ وَسَلَامُ ھَا عَلَیْہِ" یہ ان اشخاص کے حق میں ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر دور سے سلام بھیجتے ہیں۔

علامہ سیوطی نے اپنی کتاب مستطاب "حیات الانبیاء" میں لکھا ہے، مراد لی جا سکتی ہے۔ کہ روح سماعت سے کنایہ ہو، اور حدیث کی مراد یوں ہوگی۔ کہ رب تبارک وتعالیٰ آپ پر خرق عادت کے طور پر آپ کو وہ قوت سماع عطا فرماتا ہے۔ کہ جہاں بھی کوئی شخص آپ کی خدمت عالیہ میں ہدیہ سلام پیش کرتا ہے چاہے وہ دور ہی کیوں نہ ہو۔ بغیر کسی ذریعہ اور واسطہ کے آپ خود اس کو سن لیتے ہیں اور اس سے وہ سماعت مراد نہیں جو عادت کے طور پر ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دنیا میں بھی بطور معجزہ کے بھی سننا ثابت ہے۔ (جو کہ عادی سماعت کے علاوہ ہے) جیسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کی آواز سنتے تھے۔ اور یہ خرق عادت کبھی کبھی آپ سے الگ بھی ہو جاتی اور اسکے لوٹ آنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہوتی۔ آپ کی برزخ کی زندگی اور دنیوی زندگی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اور انہوں نے اپنی کتاب مستطاب میں فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ اگر ان دونوں سلاموں پر تفصیلاً گفتگو کی جائے تو سلام اول جو کہ سلام تحیت ہے صیغہ تخاطب کے ساتھ کیا جائے گا۔ کیونکہ اس سلام میں جواب طلب کرنے کی استدعا کی جاتی ہے۔ لہٰذا یہ سلام صیغہ غائب سے مخاطب نہ ہوگا۔

اور اس سلام کو حضور بغیر کسی واسطہ یا ذریعہ کے بھی سنتے ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں۔ دوسرا سلام دعائیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سلام کو اپنی قبر شریف کے قریب سے سنتے ہیں۔ اور دور سے اس کو فرشتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کرتا ہے۔ لہذا ان تمام احادیث مختلفہ کو جو کہ پہلے گذر چکی ہیں نہایت ہی اعلیٰ وجہہ تطبیق ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی پر اپنی قبر شریف میں دلالت کرتی ہیں۔ اور اس پر یہ حدیث جو کہ بخاری مسلم اور دوسرے محدثین نے بھی نقل کی ہے۔ مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَسَیَرَانِیْ فِی الْیَقْظَۃِ۔ وَلَا یَتَمَثَّلُ الشَّیْطَانُ بِیْ۔

امام ابو محمد بن ابی جمرہ نے اپنی تعلیق میں (جس نے ان بخاری کی حدیث کا انتخاب کیا ہے۔) کہا ہے کہ یہ حدیث دلالت کرتی ہے۔ اس حدیث سے کہ "جس نے مجھے نیند میں دیکھا قریب ہے کہ وہ بیداری میں مجھے دیکھے گا۔ اور شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا" کیا یہ حدیث آپ کی حیات اور بعد وصال کے عموم کا مقتضی ہے؟ یا کہ۔ صرف وصال شریف سے پہلے پر دال ہے! اور کیا ہر ہر شخص کے لئے ہے یا خاص اس شخص کے لئے جس میں اہلیت اور اتباع سنت ہو۔ اس کے بعد فرمایا۔ (جلال الدین سیوطی نے) لفظ عموم پر جاری ہوتا ہے جو تخصیص کا دعویٰ بغیر کسی مخصص کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کرے۔ پس وہ حق سے روگرداں ہے اور گمراہی کا خواہاں۔ اور جو شخص اس کا انکار کرتا ہے (یعنی بیداری میں دیکھنے کا)

پس وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر ایمان نہ لا کر جاہل بنتا ہے۔ اور وہ یقین نہیں رکھتا اس صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کہ وحی الٰہی سے بولتے ہیں۔ (اس بات کو تنویر الحلک میں علامہ سیوطی نے نقل کیا ہے۔)

علامہ ابن حجر نے العزیزی سراج المنیر شرح جامع صغیر کے بیان کو نقل کر کے کہا۔ یہ بات بہت ہی مشکل ہے۔ کیونکہ اس بنا پہ لازم آتا ہے۔ کہ بیداری میں دیکھنے والے آپ کے صحابہ ہوں اور قیامت تک صحابیت کا سلسلہ باقی رہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ملازمہ ممنوع ہے۔ اس لئے کہ صحابیت کے لئے عالم دنیا میں دیکھنا ضروری ہے۔ اور یہ بات وصال شریف سے پہلے حاصل تھی۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وصال کے بعد دیکھنا تو عالم برزخ کی بات ہے اور صحابی ہونا اس سے ثابت نہیں ہوتا۔ اور ائمہ کرام کی ایک جماعت حضور کو بیداری کے عالم میں دیکھنے کے ممکن ہونے اور واقع ہونے کے قائل ہیں۔

علامہ سیوطی نے تنویر الحلک میں لکھا ہے۔ کہ عام لوگوں کے لئے اکثر یہ بات واقع ہوتی ہے۔ کہ ان کی روح (یعنی جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے) جسم سے نہیں نکلتی جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدہ شریف کے مطابق مرنے سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ نہیں۔ اور جو خاص لوگ ہیں ان کو طویل عمر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی محافظت کے اور پیروی میں انتہائی کوشش کرنے کے طفیل اکثر اوقات

کے مطابق زیارت حاصل ہوتی ہے۔

شیخ محمد الحفنی نے اپنی تعلیقات میں جو جامع صغیر پر ہے۔ اس حدیث سے غافل ہو کر کہا ہے۔ کہ ہم میں سے کوئی ایک ان کو بیداری میں کیسے دیکھ سکتا ہے۔ جبکہ وہ اپنے حجرہ شریفہ میں ہیں۔ حضور کسی ایک کے لئے نہ تو باہر تشریف لاتے ہیں۔ اور نہ ہی آتے ہیں۔ اور اگرچہ ان کے مراتب کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں۔ یعنی وہ کشف کے طور پر دیکھنا ہے نیز اس شخص اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تمام حجابات اٹھ جاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے کی برکت سے اللہ تعالیٰ سبحانہ اس کو بندگی سے نوازتا ہے۔

الدر المنظم سے خلاصۃ الوفا میں امام سمہودی نے نقل کیا ہے۔ کہ جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا۔ تو اپنی امت میں ان کے لئے اپنی رحمت کو چھوڑ دیا۔ کیونکہ آپ نے اللہ تعالیٰ سے اپنی امت میں قیامت تک رحمت کی دعا کی۔

اور جو حدیث "انا اکرم علی ربی من ان یترکنی فی قبری بعد ثلاث" اس حدیث کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اور حدیث ابن ابی لیلیٰ کی جو یہ ہے۔ "ان الانبیاء لا یترکون فی قبورھم بعد اربعین لیلۃ" الحدیث ابن ابی لیلیٰ بہت ہی حافظہ کا

کمزور ہے۔ پھر سمہودی نے فرمایا ہمارا قطعی یقین ہے۔ کہ زمین کو آپ کے جسم مبارک کا شرف حاصل ہے۔ ہر وقت ہم آپ کی صحبت سے شرف حاصل کر سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کے خلاف کوئی دلیل قائم نہ ہو۔

ابن مسیب نے جو روایت کی ہے۔ کہ "ما مکث نبی بعد الموت فی الارض اکثر من اربعین یوماً" الدرۃ المضیئۃ میں علامہ علی القاری نے فرمایا کسی نوعیت سے یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

ابن جوزی نے سعید بن مسیب سے روایت کی ہے کہ حرہ کی رات کو میں نے مسجد نبوی میں دیکھا (جبکہ مسجد نبوی میں بغیر میرے کوئی نہیں تھا) جس وقت بھی نماز کا وقت آتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف سے اذان کی آواز آتی تھی۔ اور اقامت نماز ہوتی تو میں بھی نماز پڑھتا۔ اس واقعہ کو امام سمہودی نے خلاصۃ الوفا میں ذکر کیا ہے۔

ابن حجر مکی کے شاگرد علامہ عبد القادر فاکہی کتاب مفاخر الاسلام سے اپنی کتاب [illegible] لزیارۃ افضل الرسل میں اس حدیث کو نقل فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنے والا ابھی مدینہ منورہ سے کافی دور ہوتا ہے۔ کہ مقررہ فرشتہ زائر کا درود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر کرتے ہیں اور عرض کرتے ہیں۔ کہ یا رسول اللہ وہ فلاں آپکی زیارت کو آ رہے ہیں۔ جن کا ہدیہ درود و سلام ہم آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں حضور

ارشاد فرمائیں گے۔ ان کو خوش آمدید کہو۔ جو سوار ہو ان کو میری طرف سے مصافحہ کرو۔ اور جو پیدل ہو اس کو معانقہ کرو۔ اگر مدینہ منورہ حائل نہ ہوتا۔ تو میں ان کو خود چل کر ملتا۔ میں ان کا حق احسن پورا کروں گا جس دن سوائے میری محبت کے اور کوئی وسیلہ نہ ہوگا۔ انتھی

ابن حجر نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنے سے انکار کرنے والا اس لئے انکار کرتا ہے۔ کہ بیداری میں دیکھنے کا منکر ہے۔ جو شخص اولیاء کرام کی کرامات کی تصدیق کرتا ہے۔ تو بہتر، اور جو شخص کرامات اولیاء کو جھٹلاتا ہے تو اس سے بحث کی ضرورت نہیں کیونکہ یقیناً شخص اس چیز کی تکذیب کرتا ہے۔ جو سنت (رسول) سے ثابت ہے۔ نیز اگر یہ تصدیق کرتا ہے تو یہ اسی تصدیق کرنے والے گروہ سے ہے کیونکہ اولیاء کو خرق عادت کے طور پر عالم بالا اور عالم زیریں کے حقائق کھل جاتے ہیں۔ لہذا یہ جب اس کی تصدیق کرتا ہے تو پھر کس طرح (رؤیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کا انکار کرے گا۔ سلف اور خلف سے یقیناً یہ بات آج تک ایسی ہی چلی آرہی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نیند میں دیکھے گئے ہیں۔ اور وہ لوگ جو اس حدیث کی تصدیق کرتے ہیں۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنے کے بعد پھر بھی بیداری میں دیکھا ہے۔ اور بعض مسائل میں یہ حضرات پریشان تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے (بالمشافہ) پوچھا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ان کی پریشانی دور فرما کر اور تشفی دے

حل کر کے ان کو مطلع فرمایا۔ اور جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر بتایا۔ وہ مسئلہ اسی طرح بغیر کسی قسم کی کمی بیشی کے پورا ہوا۔ (انتھی کلامہ)

علامہ سیوطی نے بعض مجامیع سے تحریر کیا ہے۔ کہ جب میرے سردار احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ نے حج کرنے کے بعد مدینہ منورہ کی حاضری دی۔ پھر دیر توقف کے بعد حجرہ شریف کی طرف سے متوجہ ہو کر یہ اشعار پڑھے۔

فی حالة البعد روحی کنت ارسلها   فقبل الارض عنی فهی نائبتی
وهذه نوبة الاشباح قد حضرت   فامدد یمینک کی تحظی بها شفتی

ترجمہ:-

جب یہ اشعار پڑھے تو سید پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک قبر شریف سے باہر رونق افروز ہوا۔ تو دست مبارک پر سید احمد رفاعی نے بوسہ دیا۔

شیخ برہان الدین البقاعی کہتے ہیں۔ کہ امام ابو الفضل المنوری نے مجھے بیان کیا۔ کہ سید نور الدین ایجی کے باپ عفیف الدین جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ منورہ پر حاضر ہوئے تو عرض کیا السلام علیک ایها النبی ورحمة الله وبركاته جو شخص حضور میں حاضر تھا، آپ کی قبر شریف سے اس نے سنا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وعلیک السلام یا ولدی۔

حافظ محب الدین بن النجاری نے اپنی کتاب تاریخ میں کہا ہے کہ مجھے

ابو احمد داؤد علی بن احمد بن ہبتہ اللہ بن سلمتہ نے خبر دی ہے ...... کہ ابو الفرج المبارک بن عبد اللہ بن محمد المنصور نے ہم سے یہ بات بیان کی۔ کہ ہمارے شیخ ابو النصر عبد الواحد بن عبد الملک بن محمد بن ابی سعید الصوفی الکرخی نے فرمایا۔ کہ میں نے حج کیا اور حضور کی زیارت سے مشرف ہوا۔ تو حضور کے حجرہ مبارکہ کے قریب میں بیٹھا ہوا تھا۔ کہ حضرت شیخ ابو بکر الدیار بکری تشریف لائے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا۔ السلام علیک یا رَسُولَ اللہ، جتنے لوگ وہاں موجود تھے۔ ان سب نے سنا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مبارک کے اندر سے آواز آئی۔ وعلیک السلام یا ابا بکر، (تحفۃ الملک کی عبارت ختم ہوئی)

اللہ تعالیٰ کے فضل کا امیدوار محمد ایوب بن محمد لطیف اللہ الحنفی پشاوری اس رسالہ تحفۃ الفحول فی الاستغاثہ بالرسول جو جمع کرنے والا کہتا ہے۔ جب میں چوتھی بار مناسک حج سے فراغت حاصل کر کے مدینہ منورہ کو پہنچا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کی طرف منہ کر کے اور قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے کھڑا ہوا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں قبولیت کی امید رکھتے ہوئے اس رسالہ کو میں نے تحفۃً پیش کیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ کریم میں اپنے بڑے بڑے گناہوں کی بخشش کے لئے دعا کی۔ کہ اللہ تعالےٰ اس رسالہ کو میری بخشش کا اچھا وسیلہ بنا۔ اور یہ کہ بیداری میں میں رؤف

ورحیم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھوں۔ اسی طرح جس طرح کہ بچپن میں دیدارِ پُر انوار سے مجھکو خواب میں مشرف کیا گیا تھا۔ تاکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف جس میں کسی خلاف نہیں، کی حقانیت روشن ہو۔

۱۳۲۸ سنہ ہجری محرم الحرام کے آخری دن میں چاشت کے وقت یہ تحفہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ معلّٰی میں پیش کیا گیا۔

الحمد للہ ثم الحمد للہ

سگِ درگاہ عالیہ قادریہ حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ قادری

فقیر محمد امیر شاہ قادری

۲۷ جمادی الآخری ۱۳۸۲ سنہ ہجری

بروز۔ اتوار۔ بوقت:۔ ۸ بجکر ۲۰ منٹ عشاء

مورخہ:۔ ۲۵ نومبر ۱۹۶۲ء

———·:·———